نوائے مسلم

اے کہ ترے وجود سے ہل گئی بزمِ کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری

اے کہ ترے بیان میں نغمۂ صلح و آشتی
اے کہ ترے سکوت میں خندۂ بند پوری

چشمہ ترے بیان کا غارِ حرا کی خامشی
نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری

زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالِ حق نوا
صاعقہ تیرے ابر کا لرزشِ روحِ بوذری

آئینہ تیرے خلق کا طبعِ حسن کی سادگی
جذبہ تیرے عروج کا آلِ عبا کی برتری

شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا
شرح ترے جلال کی ضربتِ دستِ حیدری

تیرا لباسِ فاخرہ چادرِ کہنۂ بتول
تیری غذائے خوش مزا نانِ شعیرِ حیدری

تجھ پہ نثار جان و دل ٹھہر کے ذرا تو دیکھ لے
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری

تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں
پھر دل پہ رنگِ خستگی سینوں میں درد ...

آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے
رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری

طرفِ کلہ میں جن کے تھے لعل و گہر ٹکے ہوئے
حیف اب ان سروں میں ہے دردِ شکستہ خاطری

خیز و دلِ شکستہ را دولتِ سوز و ساز دہ
مسلمِ خستہ حال را رخصتِ ترکتاز دہ

خواجہ من نگاہدار آبروئے گدائے خویش　　آنکہ ز جوئے دیگراں پر نکند پیالہ را

نذر

ایک گدائے بے نوا شہنشاہ کونین کے دربار رحمت میں

اخلاص و عقیدت کی نذر لے کر آیا ہے

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباش
کہ بستگانِ کمندِ تو رستگار انند

2041

امیدوار شفاعت

خالد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض واقعی

یہ رسالہ اب پانچویں بار شائع ہو رہا ہے، اس میں ترمیم بھی کی گئی ہے اور اضافہ بھی ہے۔ یوں تو مدت سے خیال تھا کہ حضور انور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات صحیح روایتوں سے جمع کر دیئے جائیں۔ کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ موقع نہ مل سکا، مخلص احباب کا تقاضہ بھی رہا۔ بالآخر خدا کے فضل و کرم سے یہ رسالہ تیار ہو گیا۔ اس کے مرتب کرنے کی اصل غرض یہ ہے کہ اکثر مجلسیں، محفلیں از نام میلاد شریف ہوتی ہیں، جن میں اکثر و بیشتر حضور علیہ السلام کی پیدائش کا بیان ہوتا ہے اور غلط و ضعیف روایتوں کو گرمی محفل کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ بے سر و پا قصے بیان کرنا یوں ہی برا ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کی نسبت غلط روایتیں بیان کرنا گویا جہنم میں گھر بنانا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے ——— "جو شخص مجھ سے جھوٹا واقعہ منسوب کرے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے" (بخاری و مسلم) ——— پھر ان غلط روایتوں کے ساتھ بسا اوقات نامناسب اشعار جو ذات گرامی کی شان میں گائے جاتے ہیں خلاف ادب و تہذیب ہیں۔ اولیائے کرام و مشاہیر شعراء نے نعت میں جو اشعار فرمائے ہیں وہ بے مثال ہیں۔ بیان کرنے والوں کا جتھا آداب مجلس سے بھی نا واقف ہوتا ہے

اور یہ سب کچھ صرف پیدائش کے بیان تک ہی منحصر ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد قیام و سلام ہو کر مجلس برخاست ہو جاتی ہے۔

حالانکہ حضور علیہ السلام کی پیدائش کے بعد سے بعثت تک اور بعثت کے بعد سے وفات تک کے حالات ہمارے لئے مشعلِ راہِ ہدایت ہیں۔ اس لئے میں نے اس رسالہ میں اس کی کوشش کی ہے کہ پیدائش سے قبل کے مختصر حالات اور بعد کے صحیح حالات حلیۂ مبارک، اخلاقِ نبوی، وفات کا حال، موزوں نظمیں حتی الامکان آسان زبان میں جمع کر دیئے ہیں تاکہ خواتین بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝

خالد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین

ظہورِ قدسی

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے قبل عرب کی جو حالت تھی اس کا بہترین نقشہ مولانا حالی مرحوم نے کھینچا ہے۔

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانہ سے پیوند جس کا جدا تھا نہ کشورستاں تھا نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقی کا واں تک قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے ساماں تھے واں میسر کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آب باراں پہ تھی زندگانی

کہیں آگ بجتی تھی واں بے محابا کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا — خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیّت نے تھا جس کو تاکا — کہ اُس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلے قبیلے کا بُت اک جُدا تھا — کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پہ فدا تھا — اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابرِ ظلمت پہ تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے — سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے — تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

کہیں تھا مواشی چرانے کا جھگڑا — کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے کا جھگڑا
لبِ جو کہیں آنے جانے کا جھگڑا — کہیں پانی پینے پلانے کا جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر — تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر

پھرے دیکھتی تھی جو شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جاکر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جو ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بُری تھی

بہت اس طرح ان پہ گذری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئے پہلوئے آمنہ رض سے ہویدا
دعائے خلیل ع اور نویدِ مسیحا ع

متعدد صحابہ سے روایت ہے کہ صحابہ رض نے ایک دفعہ حضورِ انور صلعم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلعم اپنا حال بیان فرمائیے۔ فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم ع کی دعا[1] اپنے بھائی عیسیٰ ع کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ میری ماں نے جب میں پیٹ میں تھا، خواب دیکھا کہ ان کے بدن سے ایک نور نکلا ہے، جس سے شام کے محل روشن ہوئے۔ حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت[2] ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا۔ آپ فرماتے تھے، میں خدا کا بندہ اور خاتم انبیا اس وقت سے ہوں کہ

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۶۰۰۔
[2] مسند امام احمد رض

میرا باپ (آدمؑ) آب وگل میں تھا۔ میں اس کی تفصیل بتاتا ہوں۔ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا، عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں آمنہؓ کا خواب ہوں اور اسی طرح پیغمبروں کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی والدہ نے آپکی ولادت سے قبل دیکھا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے۔ پھر حضور نے یہ آیت پڑھی:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ	اے پیغمبر ہم نے تجھ کو گواہ اور خوش خبری سنانے والا
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا	ڈرانے والا اور خدا کے حکم سے خدا کی طرف بلانے والا
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا	اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے

چنانچہ موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل سنہ ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ مکرمہ میں بعد از صبح صادق یتیم عبداللہ۔ جگر گوشۂ آمنہ فرمانروائے عالم شہنشاہ کونین۔ عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت واجلال ہوئے۔ آج کی صبح وہی صبح جان نواز وہی ساعت ہمایوں وہی دور فرخ فال ہے جس کے لئے اسی مقدس شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کی تھی:۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ الآیۃ۔ آپ کے والد عبداللہ کا انتقال پیدائش سے پہلے ہوچکا تھا۔ آپکے دادا عبدالمطلب مولود مسعود کو خانۂ کعبہ میں لے گئے۔ دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی۔ تمام قریش کو دعوت دی۔ لوگوں نے پوچھا بچہ کا کیا نام رکھا عبدالمطلب نے کہا "محمدؐ"۔ مکہ میں یہ طریقہ رائج تھا کہ شرفاء اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے

واقعہ یہ ہے کہ یہ "رعِ عالم" کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا۔ اکثر انبیا نے بکریاں چرائی ہیں۔
حالی فرماتے ہیں:۔

بیٹا عمران کا وہ فخرِ بنی اسرائیل　　　　ہم سخن جس سے ہوا طور پہ خود ربِ جلیل
جس نے فرعون کے لشکر کو کیا خوار و ذلیل　　　　جس کے خود دست و عصا میں تھی رسالت کی دلیل

گلہ بانی کے لئے پایا جو ایمائے شعیبؑ
بکریاں اس نے چرانے میں نہ سمجھا کچھ عیب

انبیاؑ پیشہ پہ گذران سدا کرتے رہے　　　　اولیا خلق کی طاعت سے ابا کرتے رہے
خدمتِ جنس سے نفرت حکما کرتے رہے　　　　حاجتیں آپ ہی سب اپنی روا کرتے رہے

اپنے ہاتھوں سے ہر اک کام نبیڑا اپنا
کھینچ کر لے گئے خود موج سے بیڑا اپنا

ابوطالب تاجر تھے۔ وہ سال بھر میں ایک بار شام جایا کرتے تھے۔ جب وہ بغرض تجارت شام کو جانے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے لپٹ گئے۔ جب بُصری پہنچے تو بُحیرا راہب کی خانقاہ میں اترے۔ بُحیرا نے حضورؐ کو دیکھ کر کہا یہ لڑکا سیّد المرسلین ہے۔ لوگوں نے پوچھا تم نے کس طرح پہچانا۔ اس نے کہا جب تم لوگ پہاڑ سے اتر رہے تھے تو جس قدر درخت اور پتھر تھے سب اس کے لئے سر بہ نیاز تھے۔

ابوطالب کے ساتھ آپ کا تجارتی سفر ہوا جس میں ہر قسم کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ آپ کے حسن معاملہ کی اطلاع مکہ میں پھیل چکی تھی اس لئے آپ کی امانت کی وجہ سے لوگ

اپنا سرمایہ نصف منافع پر آپ کو دیا کرتے تھے۔ وعدہ خلافی آپ کے پاس سے نہ نکلی تھی۔ عبداللہ بن ابی الحماء بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے حضورِ انورؐ سے خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا تھا، کچھ تو طے ہوگیا تھا اور کچھ باقی تھا۔ میں نے وعدہ کیا کہ آپؐ ٹھہریئے میں آتا ہوں۔ میں گھر جاکر بھول گیا۔ تیسرے دن مجھے یاد آئی۔ میں وعدہ کی جگہ پہنچا تو حضور اکرمؐ وہیں منتظر تھے۔ آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ صرف اس قدر فرمایا تم نے مجھے اذیت دی۔ میں یہیں تین دن سے موجود ہوں۔ ان صفات کی وجہ سے آپ کو مکّہ والے "محمد امین" سے پکارتے تھے۔

تعمیر کعبہ

انہیں دنوں میں کعبہ کی عمارت خراب ہوچکی تھی، قریش کی رائے ہوئی کہ موجودہ عمارت ڈھاکر مضبوط اور نئی عمارت بنائی جائے اسی زمانہ میں جدّہ میں ایک جہاز ٹکرا کر ٹوٹ گیا تھا۔ ولید بن مغیرہ نے جاکر اس کے تختے مول لئے اور جدّہ سے ایک رومی معمار "باقوم" کو بھی ساتھ لایا۔ کعبہ تعمیر ہوا، لیکن جب حجرِ اسودؓ کے نصب کرنے کا موقع آیا، تو ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ شرف مجھ کو حاصل ہو، نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ چار دن اسی طرح گذرے تو ابوامیہ بن مغیرہ نے (جو قریش میں بڑا بوڑھا تھا) یہ رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص حرم میں پہلے آئے وہی اس کا فیصلہ کرنے والا مقرر ہو۔ سب نے اس فیصلہ کو مان لیا۔ کرشمۂ ربانی تھا کہ صبح سب کی نظریں جس پر پڑیں وہ حضور انورؐ کی ذاتِ گرامی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ سب قبائل کے سردار سامنے آئیں۔ آپؐ نے حجرِ اسود کو ایک چادر میں رکھدیا اور

چار کونے ان لوگوں نے تھام لئے۔ اس طرح آپ نے حجرِ اسود کو نصب فرما دیا۔
حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں۔ یعنی مکمل
صاحبِ مذہب اور خاتم الرسل ہوں، اس لئے اس حجرِ اسود کے نصب فرمانے سے
یہ اشارہ تھا کہ دینِ الٰہی کی عمارت کا آخری پتھر بھی انھیں مبارک ہاتھوں سے نصب ہوگا۔

حضور صلعم کا پہلا نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش میں بہت
خوش حال۔ شریف اور نیک نفس خاتون تھیں
مکہ میں طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ دولتمندی کا یہ حال تھا کہ ان کا قافلۂ تجارت
تمام قریش کے برابر ہوتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
راست بازی، حسنِ معاملہ اور دیانت کی تعریف سنی تو حضورؐ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ
میرا مالِ تجارت لیکر شام جائیں جو معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں، اس سے دونا دونگی۔
چنانچہ آپ مال لیکر بصری تشریف لے گئے، واپسی کے تین ماہ بعد حضرت خدیجہؓ نے
آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ پیام منظور ہو جانے پر تمام روسائے خاندان
حضرت خدیجہؓ کے مکان پر پہنچے۔ ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ پانچسو طلائی درہم
مہر قرار پایا۔ شادی کے وقت حضور انورؐ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر
چالیس سال تھی۔ شادی کے بعد بھی سلسلۂ تجارت جاری رہا۔ لیکن تقریباً ۳۵ سال
کے سن کے بعد مکۂ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار ہے جس کو "غارِ حرا"
کہتے ہیں۔ آپ کئی کئی دن وہاں قیام فرماتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان بھی لیجاتے تھے۔

بعثت سے سات برس پہلے حضورِ اکرمؐ کو ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی، بعثت کا زمانہ جس قدر قریب آتا جاتا تھا، تنہائی و خاموشی بڑھتی جاتی تھی، غور و فکر یا مراقبے میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا، پھر ایسے خواب نظر آنے لگے کہ جو کچھ رات کو دیکھا دن میں ویسا ہی ظہور ہوتا رہتا تھا۔ جب عمر کے چالیس سال پر ایک دن زیادہ ہوا تو ۹ ربیع الاول سنہ ۴۱ [illegible] مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر حضورِ انور کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ غارِ حرا میں تھے (جس کا طول ۱۲ فٹ اور چوڑائی ۵ فٹ ہے)۔

روح نے کہا "محمد" بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں "جبرئیل" ہوں۔ اس واقعہ کے بعد آپ فوراً گھر تشریف لائے، اور لیٹ گئے — حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھ رہا ہوں کہ میری جان پر بن رہی ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ آپ شکستہ خاطر نہ ہوں۔ آپ سچے، پاک باز، شفیق، کریم ہیں، بیکس و یتیموں کے والی ہیں، مہمان نواز اور کرم گستر ہیں، خدا آپ کو کبھی غمگین نہ رکھے گا۔ حضرت خدیجہؓ نے اس کا تذکرہ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے کیا۔ اور پھر حضورِ اکرمؐ نے بھی صورتِ واقعہ کو بیان فرمایا۔ ورقہ نے کہا یہ ناموسِ اکبر ہیں جو حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام پر بھی نازل ہوئے تھے۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ ہی کی قوم آپ کو نکالے گی۔ حضور نے فرمایا کیا ایسا بھی ہوگا — ورقہ نے کہا ہاں، ایسا ہی ہوگا۔ کچھ دن بعد یعنی ۱۸ رمضان یوم جمعہ

مطابق ۱۰ اگست سنہ ۶۱۰ء کو پھر حضرت جبرئیلؑ آئے اور یہ پیامِ ربانی لائے:۔
اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ
الْأَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ حضور علیہ السلام
نے گھر پہنچکر تبلیغ شروع کردی۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، زیدؓ
بن حارثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پہلے ہی دن اسلام قبول کرلیا۔ حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے اور کئی حضرات اسلام لے آئے۔ تبلیغ کا کام نہایت احتیاط
سے کیا جاتا تھا۔ تین سال تک اسی طرح کام جاری رہا۔ لیکن اب آفتابِ رسالت بلند ہوچکا تھا
صاف حکم آیا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ اور جو حکم دیا گیا ہے اُس کو واشگاف کہدے۔
اور یہ حکم ہوا وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ یعنی اپنے نزدیک کے خاندان والوں
کو خدا سے ڈرا ——— چنانچہ حضور علیہ السلام نے کوہِ صفا پر چڑھ کر پکارا یا معشرِ قریش
یہ لوگ جمع ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے
ایک لشکر آرہا ہے تو کیا تم کو یقین آجائے گا۔ سب نے کہا بیشک آپ تو ہمیشہ سے
سچے ہیں۔ اس پر فرمایا یہ تمھارے سمجھانے کی ایک مثال تھی۔ اب یقین کرلو کہ موت تمھارے
سر پر آرہی ہے اور تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالمِ آخرت کو بھی اس طرح
دیکھ رہا ہوں جس طرح دنیا تمھاری نظر کے سامنے ہے۔ یہ سن کر سب لوگ جن میں ابولہب
آپ کا چچا بھی تھا، جھنجھلا کر چلے گئے۔ حالی فرماتے ہیں:۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

خطا کار سے درگزر کرنے والا بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا پلٹ دی بس اِک آن میں اُس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر تمام اہلِ مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا

کہ فوجِ گراں پشتِ کوہِ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمھیں گھات پا کر

کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے   کہ بچپن سے صادق ہو اور امیں ہو
کہا گر مری بات یہ دل نشیں ہے   تو سن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہو

کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

کڑک تھی وہ بجلی کی یا صوتِ ہادی   عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی   اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

ہوا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق ہے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

چند روز کے بعد آپ نے ابو طالب و حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دعوت کرو اور سردارانِ قریش کو بلاؤ۔ اس میں خاندان کے اکثر لوگ شریک تھے۔ کھانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا کے لئے کافی ہے۔ اس لئے بارِ گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے عرض کیا اگرچہ میں نوعمر و کمزور ہوں میں حضورؐ کا ساتھ دوں گا۔ اس پر سارا مجمع کھلکھلا کر ہنسا اور ابو طالب سے سب تمسخر کرنے لگے کہ لو تمھارے بھتیجے اور بیٹے کو دیکھو۔ اس کے بعد حضور اکرم نے عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر مجلس میں

سنہ ۱۰ میں آپ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ اُنھوں نے بچپن سے آپ کی نگرانی اور تربیت کی تھی اور وہ مرتے دم تک آپ کے معین و مددگار رہے۔ ان کی اولاد نے سرفروشانہ و جانبازانہ خدمت سے کبھی دریغ نہ کیا۔ ان کے انتقال کے چند دن بعد ہی آپ کی بیوی حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ جنھوں نے اپنا سارا مال خدا کے راستہ میں صرف کر دیا تھا۔ ان کے انتقال سے اور ابو طالب کے انتقال سے حضور کو بیحد صدمہ ہوا۔ اب قریش کو اور دل کھول کر ستانے کا موقع مل گیا۔ پھر حضورؐ نے مکّہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے، سب میں تبلیغ کو شروع کیا۔ حضرت زید بن حارثہ ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ جب طائف میں آپ تبلیغ فرما رہے تھے تو وہاں کے سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا کہ آپ پر پتھر برسائیں۔ چنانچہ وہ آپ پر اس قدر پتھر برساتے کہ آپ خون میں تربتر ہو جاتے، اس کے علاوہ گالیاں دیتے، تالیاں بجاتے چیخیں لگاتے۔ اس سفر میں اس قدر اذیت و تکلیف اُٹھائی کہ آپ نے اس وقت بارگاہِ خداوندی میں یہ عرض کیا۔

"الٰہی اپنی بے سر و سامانی و بیکسی اور لوگوں کی تحقیر کے متعلق تیرے سامنے
فریاد کرتا ہوں، تو سب پر رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے،
درماندہ عاجزوں اور بیکسوں کا سہارا تو ہی ہے، تو ہی میرا مالک ہے،
تیرے سوا میرا کون ہے، میں تیری ذات کی پناہ چاہتا ہوں جس سے
سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دین و دنیا کے سب کام سدھر جاتے ہیں"

واپسی پر رحمۃ للعالمین نے فرمایا - اگر یہ ایمان نہ لائے تو کیا ہوا - امید ہے کہ آئندہ نسلیں ضرور لے ہی آئیں گی - اس لئے میں بد دعا تو نہ کروں گا -

معراج

اے مسلماں تو مبارک ہو نویدِ فتح باب لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے ام الکتاب
وہ اٹھے تاریکیوں کے بامِ گردوں سے حجاب وہ عرب کے مطلعِ روشن سے ابھرا آفتاب
گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا
وہ کلی چٹکی کرن پھوٹی سویرا ہو گیا

زلف کا پیغام پھر بادِ صبا دینے لگی پھر زبانِ گل صدائے مرحبا دینے لگی
شہپرِ جبریل کی جنبش ہوا دینے لگی صبح لہرا کر چلی شب راستہ دینے لگی
مہر کا زریں سفینہ آسماں کھینے لگا
چرخ پر دریائے طور انگڑائیاں لینے لگا

خسروِ خاور نے پہنچا دیں شعاعیں دور دور دل کھلے شاخیں ہلیں شبنم اڑی چھایا سرور
آسماں روشن ہوا، کانپی زمیں موجِ نور پو پھٹی دریا بہے سنکی ہوا چہکے طیور
نورِ حق فاراں کی چوٹی کو جھلکانے لگا
دلبری سے پرچمِ اسلام لہرانے لگا

گر دبیٹھی کفر کی اٹھی رسالت کی نگاہ — گر گئے طاقوں سے بت خم ہو گئی پشتِ گناہ
چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لا الٰہ — ناز سے کج ہو گئی آدم کے ماتھے پر کلاہ

آتے ہی ساقی کے ساغر آگیا خم آگیا
رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پر تبسم آگیا

آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسول — روحِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی وہ رسول
جس کا ہر تیور ہے حکمِ آسمانی وہ رسول — موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول

محفلِ سفاکی و وحشت کو برہم کر دیا
جس نے خوں آشام تلواروں کو مرہم کر دیا

فقر کو جس کے تھی حاصل کج کلاہی وہ رسول — گلہ بانوں کو عطا کی جس نے شاہی وہ رسول
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسول — جس کی ہر اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسول

جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کر دیا
جس کی جاں بخشی نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

یہ مسرت کا محل ہے اے عزیزِ کامگار — تلخیٔ گفتار اس موقع پہ ہو گی ناگوار
تہر ہے بزمِ طرب میں نالۂ جانِ فگار — لیکن اس کو کیا کروں دل پر نہیں ہے اختیار

آگ سی روشن ہے اک قلب و جگر کے سامنے
لو کہے دیتا ہوں جو کچھ ہے نظر کے سامنے

اس ترے انبوہ میں اے مسلمِ اندوہ گیں — دیر سے موجود ہیں خود رحمۃ للعالمیں

زیرِ لب فریاد ہے ہیں وائے مرجانِ حزیں — کوئی بھی اتنوں میں میرا چاہنے والا نہیں
ذکرِ دیں ہونٹوں پہ ہے دنیا کی گھاتیں دل میں ہیں
صبحیں چہروں پر ہیں روشن اور راتیں دل میں ہیں

اے مرے معبود تجھیں محسوس ہو سکتا یہ کاش — شدتِ درماندگی سے کتنے دل ہیں پاش پاش
آہ کتنوں کو ہے اک روٹی کے ٹکڑے کی تلاش — کتنے معصوموں کے چہروں پر ہے اشکوں سے خراش
شمع کی حاجت نہیں ہے محفلوں کے واسطے
کچھ چراغوں کی ضرورت ہے دلوں کے واسطے

علم سے ناآشنا محکوم حاکم سرد و خام — روز و شب آویزشیں ہیں درمیانِ خاص و عام
ضابطہ جینے کا ہے ان میں نہ مرنے کا نظام — حیف تیری چپقلش پر اے گروہِ بے امام
جادہ ہے پُرپیچ منزل کا نشاں کوئی نہیں
کارواں ہے اور میرِ کارواں کوئی نہیں

ہجرت کا زمانہ قریب تھا اور مکہ چھوڑنے کے لئے حالات پیدا ہوتے جا رہے تھے کہ وہ مبارک رات آئی جو دیوانِ قضا میں حضور انور علیہ السّلام کی سیرِ ملوک کے لئے مقرر تھی اور جس میں بارگاہِ ربانی سے احکامِ خاص کا نفاذ عمل میں آنے والا تھا، رضوانِ جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و سامان سے آراستہ کیا جائے کہ شاہِ عالم آج مہمان بن کر آئیگا۔ روح الامین کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز اور سبک خرام ہے اور جو خطۂ لاہوت کے مسافروں کے لئے مخصوص ہے، حرمِ ابراہیم میں

لیکر حاضر ہو۔ کارکنانِ عناصر کو حکم ہوا کہ آب و خاک کے تمام مادّی قوانین کچھ دیر کے لئے معطل کر دیئے جائیں اور زمان و مکان، رویت و سماعت، سفر و اقامت کی تمام طبعی پابندیاں اٹھا دی جائیں۔ متعدد صحابہ سے بخاری و مسلم و سنن میں روایت ہے کہ حضورِ انور علیہ السلام مکہ میں تھے کہ آپ کے گھر کی چھت کھلی، جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے، انھوں نے پہلے آپؐ کا سینۂ مبارک چاک کیا۔ پھر اس کو آبِ زمزم سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا سینۂ مبارک میں ڈالکر بند کر دیا۔ اس کے بعد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا سفید رنگ کا ایک لمبا جانور "براق" لایا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ اس کا ہر قدم وہاں پڑتا تھا، جہاں نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی۔ آپؐ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس گئے۔ مسجد اقصیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، وہاں جبرئیل علیہ السلام نے شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کئے۔ آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ جبرئیل ؑ نے کہا: آپ نے فطرت کو پسند کیا۔ اگر شراب کا پیالہ اٹھاتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ اس کے بعد جبرئیل آپؐ کو لے کر پہلے آسمان پر پہنچے۔ دربان نے دریافت کیا کون ہے؟ کہا جبرئیل۔ کہا ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ۔ دربان نے خوش آمدید کہا، دروازہ کھولا۔ وہاں ایک شخص دیکھا جس کے داہیں بائیں بہت سی پرچھائیاں تھیں۔ جب وہ داہنی طرف دیکھتا تو ہنستا، جب بائیں طرف دیکھتا تو رو دیتا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بولا۔ مرحبا اے نبیؐ صالح اے فرزندِ صالح۔ آپ نے جبرئیل ؑ سے پوچھا یہ کون ہے، جبرئیل ؑ نے کہا یہ آپ کے باپ آدمؑ ہیں۔

ان کے دائیں بائیں جو پرچھائیاں ہیں یہ ان کی اولادوں کی روحیں ہیں۔ دائیں طرف جنت والے، بائیں طرف دوزخ والے ہیں۔ جب اِدھر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب اُدھر دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اسی آسمان پر آپ کو دو نہریں نظر آئیں۔ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ نیل اور فرات کی سوتیں ہیں۔ چلتے پھرتے ایک اور نہر نظر آئی جس پر موتی اور زبرجد کا محل بنا ہوا تھا۔ اس کی زمین مشک کی تھی۔ جبرئیلؑ نے کہا یہ نہر کوثر ہے۔ جس کو پروردگار نے مخصوص طور پر آپ کے لئے رکھا ہے۔

اسی طرح ہر آسمان سے گذرتے ہوئے اور ہر آسمان کے دربان اور حضرت جبرئیلؑ سے اسی قسم کی گفتگو ہوئی اور ہر ایک میں کسی نہ کسی پیغمبر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پہلے میں حضرت آدمؑ، دوسرے میں حضرت یحییٰؑ و حضرت عیسیٰؑ سے جو خالہ زاد بھائی تھے تیسرے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے میں حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں میں حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا اے پیغمبر صالحؑ اور اے برادر صالحؑ، آپ جب آگے بڑھنے لگے تو حضرت موسیٰؑ رو پڑے۔ آواز آئی اے موسیٰؑ اس گریہ کا سبب کیا ہے۔ عرض کیا خداوندا میرے بعد تو نے اس نوجوان کو مبعوث کیا ہے، جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ بہشت میں جائیں گے۔ ساتویں آسمان میں داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرحبا اے پیغمبر صالح اور اے فرزند صالح فرما کر خیر مقدم کیا۔ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیمؑ ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ جس میں ہر روز

ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ پھر آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی جس کے گنبد موتی کے
تھے، اور زمین مشک کی تھی، پھر اس مقام پر پہنچے جہاں قلم قدرت کے چلنے کی آواز آتی ہے
آگے بڑھ کر سدرۃ المنتہیٰ تک جس پر شان ربانی کا پرتو تھا اور جس پر حسن کی وہ کیفیت پیدا ہوئی
جس کو کوئی زبان بیان ہی نہیں کر سکتی اور اس میں وہ انوار نظر آئے جن کو الفاظ میں ادا
نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے چیزیں اتر کر زمین پر آتی ہیں اور زمین کی
وہاں پہنچتی ہیں۔ یہاں پہنچکر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوئے۔ پھر
شاہد مستور ازل نے پردہ اٹھایا اور وہی پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت
الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى۔

اس وقت بارگاہِ الٰہی سے تین عطیے مرحمت ہوئے اور سورہ بقر کی آخری آیتیں
عطا ہوئیں، رحمتِ خاص نے مژدہ سنایا کہ امت محمدی میں سے ہر وہ شخص جو شرک کا مرتکب
نہ ہوا ہو گا مغفرت سے سرفراز ہو گا۔ اور ندا آئی کہ امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی گئی۔
آپ ان عطیوں کو لیکر واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے دریافت کیا
کہ اے محمدؐ بارگاہِ خاص سے کیا احکام عطا ہوئے۔ فرمایا امت پر پچاس وقت کی نماز۔
حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں نے بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کیا ہے۔ اس لئے آپ کی امت سے
یہ بار اٹھایا نہ جائیگا۔ واپس جائیے اور عرض کیجئے۔ آپ نے واپس ہو کر عرض کیا۔
حکم ہوا کہ دس وقت کی نمازیں معاف، لوٹے تو پھر حضرت موسیٰؑ نے دوبارہ عرض کا
مشورہ دیا۔ چنانچہ اسی طرح چند بار ہوا۔ بالآخر رات دن میں صرف پانچ وقت کی نمازیں

رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ نے اور بھی کم کرانے کا مشورہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے، ندا آئی کہ اے محمدؐ میرے حکم میں تبدیلی نہیں ہے۔ نمازیں تو پانچ ہی ہونگی، لیکن ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہوگا۔ یہ پانچ بھی پچاس کی برابر ہیں۔ میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کردی اور اپنا فیصلہ نافذ کردیا۔

آپ آسمان سے اتر کر پھر بیت المقدس میں داخل ہوئے، یہاں انبیاء علیہم السلام جمع تھے، اسی اثناء میں نماز (غالباً صبح کی نماز) کا وقت آگیا۔ حضورِ انور علیہ السلام منصبِ امامت سے سرفراز ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو ندا آئی کہ اے محمدؐ دوزخ کا داروغہ حاضر ہے۔ سلام کرو، آپ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے سلام کیا۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ شبِ معراج میں دجّال دکھایا گیا ان تمام منازل کے طے ہونے کے بعد آپ مسجد حرام (کعبہ) میں صبح بیدار ہوئے۔ خانۂ کعبہ کے آس پاس سرداران قریش بیٹھے تھے۔ آپ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ صبح جب آپ نے اُن سے واقعہ بیان کیا تو وہ حیرت زدہ ہو گئے۔ بعضوں نے مختلف سوالات کئے ان میں اکثر شام کے تاجر تھے، وہ سمجھتے تھے کہ حضور علیہ السّلام نے کبھی بیت المقدس کا سفر نہیں کیا ہے۔ اس لئے سب نے امتحاناً کہا اے محمدؐ تم کہتے ہو کہ ایک رات میں تم یہاں سے بیت المقدس گئے۔ اور آ گئے۔ اگر یہ سچ ہے تو بتاؤ بیت المقدس کی کیا ہیئت ہے، حضور صلعم فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں عمارت کا صحیح نقشہ محفوظ نہ تھا، الجھن ہوئی کہ ناگاہ میری نظر کے سامنے پوری عمارت جلوہ نما

کر دی گئی۔ وہ سوال کرتے جاتے تھے اور یہیں سب کچھ بتاتا جاتا تھا۔

جہاں تک مشہور روایات کا تعلق ہے معراج ۲۷ رجب سنہ ۱ نبوی کو مع جسم اطہر ہوئی۔ معراج کے اسرار و حقائق، نتائج، جبر، احکام اور اعلانات سب سورۂ اسرا میں موجود ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کو خدا نے ۹ نشانیاں عطا فرمائی تھیں۔

صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور علیہ السلام تشریف فرما تھے سامنے سے دو یہودی گذرے ایک نے دوسرے سے کہا کہ چلو اس پیغمبر سے کچھ سوال کریں دوسرے نے کہا کہ پیغمبر نہ کہو۔ سن لیگا تو اس کی آنکھیں چار ہو جائیں گی (یعنی خوش ہوگا) اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ موسٰیؑ کو ۹ نشانیاں کونسی تھیں۔ آپ نے فرمایا وہ یہ ہیں: "۱۔ کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ ۲۔ زنا نہ کرو۔ ۳۔ کسی بیگناہ کو قتل نہ کرو۔ ۴۔ چوری نہ کرو۔ ۵۔ جادو نہ کرو۔ ۶۔ کسی حاکم کے پاس کسی بے جرم کی چغلی نہ کھاؤ۔ ۷۔ سود نہ کھاؤ۔ ۸۔ کسی پاکدامن پر تہمت نہ لگاؤ اور ۹۔ میدانِ جہاد سے نہ بھاگو۔ (اس نویں حکم میں راوی کو شک ہے) اور خاص تمہارے لئے اے یہود یہ حکم ہے سبت کے دن زیادتی نہ کرو" یہ سن کر دونوں یہودیوں نے آپ کے دست و پا کو بوسہ دیا۔ یہ حدیث ترمذی۔ مسند امام احمد۔ نسائی۔ ابن ماجہ میں ہے۔

اس کے بعد پھر سورۂ بنی اسرائیل کو بغور پڑھئے۔ اس میں بارہ احکام موجود ہیں۔

۱۔ شرک نہ کر ۲۔ ماں باپ کی عزت و اطاعت کر ۳۔ مستحقین کا حق ادا کر۔

[...]۔ اسراف نہ کر اور میانہ روی کی چال چل۔ ۵۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کر۔ ۶۔ زنا کے قریب بھی [...] جا۔ ۷۔ ناحق کسی کی جان نہ مار۔ ۸۔ یتیم سے بہتر سلوک کر۔ ۹۔ اپنا عہد پورا کر کہ [...]مت سے اس کا سوال ہوگا۔ ۱۰۔ ناپ تول میں پیمانہ اور ترازو میں کمی نہ ہو۔ ۱۱۔ اسنا علوم [...]ت کی پیروی نہ کر۔ ۱۲۔ زمین پر مغرور نہ بن۔

ان احکام کے علاوہ حضور علیہ السلام کو اس سے بھی مطلع فرما دیا گیا کہ اہل مکہ عنقریب تمہارے خلاف سازش کریں گے اور مکہ سے دل برداشتہ ہو کر ترکِ وطن کر دیگے۔

[...]اِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ
[...]ىَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا
[...]اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ
اِلَّا قَلِيْلًا۔

اور وہ تم کو اس سرزمین (مکہ) سے
قریب ہے کہ دل برداشتہ کر دیں تاکہ تم کو
یہاں سے نکالدیں۔ ایسا ہوا تو پھر
وہ تمہارے چلے جانے کے بعد اطمینان سے
بہت کم رہ سکیں گے۔

اس کے بعد ہی ہجرت کے لئے دعا بتائی جاتی ہے اور اس کے بعد ہی فتح مکہ کی [...]ارت سنائی جاتی ہے۔

قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ
[...]دْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
[...]عَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا
[...]يْرًا۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ

اے پیغمبر یہ دعا مانگو: کہ خداوندا مجھے
اچھی جگہ پہنچائیو اور (مکہ سے) اچھی طرح
نکالیو اور دشمنوں پر اپنی طرف سے
فتح و نصرت عطا فرما اور اے پیغمبر کہدو کہ

وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ — حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو

كَانَ زَهُوْقًا ہ — مٹ ہی جانا تھا۔

چنانچہ فتح مکہ کے دن جب خلیل بت شکن کا گھر بتوں سے پاک کیا جا رہا تھا تو
حضور علیہ السلام کی زبان مبارک پر یہی آیت جاری تھی۔

اللہ اللہ کیا یہ سماں ہے — دنیا اس دم رشکِ جناں ہے
بادِ بہاری نور فشاں ہے — کیسی منوّر بزمِ جہاں ہے

بزمِ جہاں ہے طور کی دنیا
طور کی دنیا نور کی دنیا

خلق بھی کیا اِترائی ہوئی ہے — رُخ پہ مسرت چھائی ہوئی ہے
موجِ صبا لہرائی ہوئی ہے — اوج پہ قسمت آئی ہوئی ہے

دلکش رنگیں زیبا عالم
پیشِ نظر ہیں کیا کیا عالم

اوج و رفعت والے چونکے — دولت کے متوالے چونکے
شان و شوکت والے چونکے — چونکے شہرت والے چونکے

کاہن چونکے راہب چونکے
جملہ اہلِ مذاہب چونکے

مکہ کی شفّاف ہوا ہے — کوہِ فاراں طور بنا ہے

ذرّہ ذرّہ ہوش ربا ہے چپّہ چپّہ نور فزا ہے
نکلے دل کو چیر کے نعرے
گونج اُٹھے تکبیر کے نعرے
حشر بپا ہے بُت خانوں میں سب ظلمت کے ایوانوں میں
شاہوں میں اور سلطانوں میں کعبے کے کُل دربانوں میں
کافر ڈر کر کانپ رہے ہیں
مشرک تھر تھر کانپ رہے ہیں
حق کے جویا گھوم رہے ہیں گو اب تک محروم رہے ہیں
جن و ملائک جھوم رہے ہیں
روحِ امیں تک جھوم رہے ہیں
جھوم رہے ہیں حور و غلماں جھوم رہے ہیں خلد کے درباں
جھوم رہا ہے کیف میں رضواں جھوم رہا ہے عالمِ امکاں
میکش بے خود ساقی بے خود
ساقی بے خود باقی سب بے خود
آدم بے خود حوّا بے خود موسیٰ بے خود عیسیٰ بے خود
ادنیٰ بے خود اعلیٰ بے خود دنیا بے خود عقبیٰ بے خود
صانعِ نازاں صنعت بے خود قادر خنداں قدرت بے خود

خُلد کی زینت دید کے قابل　　عرش کی رفعت دید کے قابل
شان و شوکت دید کے قابل　　کیفِ مسرت دید کے قابل
دید کے قابل بزمِ قدرت
دیکھے کوئی عزمِ قدرت
آخری ایک پیمبر بھیجا　　بہتر بھیجا برتر بھیجا
دینِ حق کا رہبر بھیجا　　نائب خاص بنا کر بھیجا
ختمِ نبوت اس پر کر دی
چشمِ عنایت اس پر کر دی
آئے صداقت لے کر آئے　　آئے رحمت لے کر آئے
دین کی دولت لے کر آئے　　شمعِ ہدایت لے کر آئے
دہر کو روشن کرنے آئے
بن کو گلشن کرنے آئے
آتے ہی اِن کے بدلی دُنیا　　بدلی کفر و شرک کی دُنیا
ہو گئی کیسی اچھی دُنیا　　اچھی دُنیا پیاری دُنیا
فخرِ مسیحا عظمتِ آدم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم

∴ ∴ ∴

اسبابِ ہجرت

سنہ ۱۱ نبوی میں جب حج کا موسم تھا، مدینہ سے چھ آدمی آئے تھے اور یہ سب
انصاری تھے، اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر،
عقبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ، آپؐ ایک گھاٹی کے قریب ان سے ملے اور خدا کی
عظمت و سطوت کا تذکرہ فرمایا۔ بت پرستی سے نفرت دلائی۔ گناہوں کی حقیقت
واضح کی، قرآن مجید پڑھ کر سنایا۔ اس تعلیم سے یہ لوگ اسی وقت ایمان لے آئے
اور مدینہ پہنچ کر گھر گھر حضور صلعم کا تذکرہ ہونے لگا۔ اگلے سال بارہ آدمی آئے
اور وہ بھی ایمان لائے اور ان باتوں پر آپؐ سے بیعت کر لی۔

۱۔ ہم خدا کی عبادت کیا کریں گے کسی کو اس کا شریک نہ کریں گے
۲۔ ہم چوری اور زناکاری کبھی نہ کریں گے۔
۳۔ ہم لڑکیوں کو کبھی قتل نہ کریں گے۔
۴۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گے۔
۵۔ ہم نبی کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کریں گے۔

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو [illegible]
حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کی تعلیم کے لئے ساتھ کر دیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ
مدینہ میں اسعد بن زرارہ کے گھر اترے۔ مدینہ کے انصار میں سعد بن معاذ اور

اسید بن حضیر سردار قبائل تھے، انھیں جب خبر ہوئی تو سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا: تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ شخص ہمارے گھروں میں آ کو بیوقوفوں کو بہکانے لگا ہے۔ تم جاؤ اور ڈانٹ دو کہ ہمارے محلّہ میں کبھی نہ آئے۔ میں خود جاتا مگر کیا کروں کہ سعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے، اسید ہتھیار سجا کر روانہ ہوا۔ اسعد نے مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا ہوشیار ہو جاؤ، یہ ایک قبیلہ کا سردار آرہا ہے۔ خدا کرے وہ تمھاری بات مان جائے۔ اتنے میں اسید نے آتے ہی گالیاں دینی شروع کیں۔ مصعب نے خاموشی سے گالیاں سُن لیں۔ پھر کہا ذرا بیٹھ تو جاؤ، وہ بیٹھ گیا۔ انھوں نے قرآن مجید پڑھ کر سنایا۔ اُسید نے خاموشی سے سُنا۔ پھر کہا اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی تمھارے دین میں داخل ہونا چاہے تو تم کیا کرتے ہو۔ مصعب نے کہا نہلا کر پاک کپڑے پہنا کر کلمۂ شہادت پڑھاتے ہیں اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ چنانچہ اسید نے فوراً یہ سب کچھ کیا۔ پھر کہا ٹھہرو ایک اور شخص ہے اس کو بھی تمھارے پاس بھیجتا ہوں اُسید سعد بن معاذ کے پاس پہنچا۔ سعد نے چہرہ دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ نہ اشتعال، نہ غصہ پوچھا کیا کر آئے۔ اُسید نے کہا میں نے سمجھا تو دیا ہے اور اُس نے اقرار بھی کر لیا ہے مگر وہاں ایک اور حادثہ پیش آگیا۔ بنو حارثہ وہاں آگئے۔ اور وہ اسعد بن زرارہ تمھارے بھائی کو قتل کرنے پہنچے ہیں۔ سعد بن معاذ غصہ میں اپنے ہتھیار لے کر وہاں پہنچا۔ دیکھتے ہی مصعب کو گالیاں دینی شروع کیں۔ مصعب نے سن کر کہا ذرا بیٹھو تو سہی پھر مصعب رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اسعد نے بھی وہی سوال کیا۔ مصعب نے بھی

دہی جواب دیا۔ یہ بھی نہا دھو کر کپڑے بدل کر ایمان لاکر اب واپس گھر ہوئے اور اپنے قبیلہ کو اکٹھا کر کے کہاکہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ سب نے کہا آپ ہمارے سردار، سمجھدار اور مدبر انسان ہیں۔ سعد نے کہا سنو خواہ کوئی مرد ہو یا عورت میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک کہ وہ خدا اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ چنانچہ شام تک کل قبیلہ ایمان لے آیا مصعب کی تعلیم سے اسلام تمام انصار میں پھیلنے لگا۔ ۱۳ نبوی میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتوں کا قافلہ مدینہ والوں نے اس لئے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دیں اور حضوری حاصل کریں۔ یہ گروہ اسی مقام پر پہنچا جہاں پہلے ان لوگوں نے بیعت کی تھی۔ حضور علیہ السلام اپنے چچا حضرت عباسؓ کو لے کر وہاں پہنچے۔ حضرت عباسؓ نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) ان لوگوں سے کہا لوگو! تمھیں معلوم ہے کہ قریش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جان کے دشمن ہیں اگر تم بیعت کر رہے ہو تو خوب سمجھ لو کہ یہ بڑا مشکل معاملہ ہے، ان کی بیعت کا نتیجہ یہ ہے کہ سب کو لڑائی کی دعوت دینا ہے۔ اس لئے خوب سوچ سمجھ لو، ان لوگوں نے حضرت عباسؓ کو تو کوئی جواب نہیں دیا۔ حضورؐ سے عرض کیا۔ آپ کچھ ارشاد فرمائے آپ نے قرآن شریف پڑھا جس کو سنکر ان کی ایمانی قوت ابھر آئی۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مدینہ چلئے آپؐ نے فرمایا۔

کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری مدد کروگے اور جب میں

تمھارے شہر میں جابسوں تو کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے
اہل و عیال کی طرح کروگے۔" مدینہ والوں نے کہا ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملے گا حضور صلعم نے
فرمایا خدا کی رضامندی اور بہشت، انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہمیں اس سے
مطمئن فرما دیجئے کہ حضور ہم کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ فرمایا: سنو! میرا مرنا جینا
تمھارے ساتھ ہوگا۔ اس آخری فقرہ پر جاں نثاری کے ساتھ اسلام کی بیعت
شروع ہوئی۔ زاں بعد حضورؐ نے مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ وہ آہستہ آہستہ
ہجرت کرکے مدینہ جانا شروع کردیں۔ چنانچہ تکلیفیں اُٹھاکر لوگ اپنے وطن کو
چھوڑنے لگے، جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے اور مشہور صحابہ میں حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ باقی رہے تو قریش مکہ نے کہا کہ اب
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کا اچھا موقع ہے۔ مختلف تدبیریں سوچنے لگے
ابوجہل نے ایسی تدبیر بتائی جسے تمام لوگوں نے متفقہ طور پر مان لیا۔ وہ تدبیر یہ تھی
کہ عرب کے مشہور قبیلہ کا ایک ایک سربرآوردہ رکن منتخب کیا جائے۔ اور یہ سب مل کر
رات کو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانۂ مبارک کا محاصرہ کرلیں۔ جب آپؐ
صبح کی نماز کے لئے باہر نکلیں تب بیک وقت سب حملہ کرکے آپؐ کا کام تمام کردیں۔
بنی ہاشم سب قبیلوں سے بدلہ نہ لے سکیں گے اور آپ کا کام تمام ہوجائیگا۔
اِدھر تو یہ سازش، اُدھر پروردگارِ عالم نے پہلے ہی حضورِ انورؐ کو باخبر بنا رکھا تھا
چنانچہ آپؐ نے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہدایت فرمائی کہ تم میرے بستر پر

میری چادر اوڑھ کر سو رہنا، تم بالکل نہ ڈرنا۔ تمھارا کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور صبح کو سب کی امانتیں واپس کر دینا۔ میں جا رہا ہوں۔ ۲۷ رصفر ۱۳ھ نبوی مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء روز پنجشنبہ رات ہوتے ہوئے آپ سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے ان کے محاصرہ میں سے، دولت کدہ سے روانہ ہوئے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے اور ایک غار کو حضرت ابوبکرؓ نے جاکر صاف کیا۔ پھر آپ کو بھی وہیں بلالیا۔ یہاں صبح ہوئی تو قریش نے حضرت علیؓ سے پوچھا: محمد کہاں ہیں، حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میرا پہرہ تھا۔ انھوں نے کہا پہرہ تو تمھارا تھا تم لوگوں نے انھیں جانے دیا اور وہ چلے گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے حضرت علیؓ پر پل پڑے اور مارتے ہوئے خانۂ کعبہ تک لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت اسماء سے پوچھا لڑکی تیرا باپ کہاں ہے، انھوں نے کہا مجھے کیا معلوم، ابوجہل نے زور سے طمانچہ مارا کہ حضرت اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔ تین دن تک اس غار میں قیام فرمایا۔ حضرت اسماء رات کی تاریکی میں کھانا دے آتیں۔ عبداللہ ابن ابوبکرؓ اہل مکہ کے حالات سنا جاتے۔ عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر کے یہاں کا غلام تھا، بکریوں کا گلہ لے آتا تھا کہ دودھ بقدر ضرورت لے لیا جائے کفار قریش ڈھونڈتے پھرتے تھے، غار پر بھی پہنچ گئے۔ آہٹ پاکر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ دشمن آگئے۔ آپ نے فرمایا "لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ مسند بزار کی روایت میں ہے کہ دو کبوتر آئے

اور غار کے منہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دیدیئے۔ زرقانی وغیرہ میں ہے کہ حرم کے کبوتر انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ بالآخر کفار مایوس ہو کر واپس ہوئے۔

چوتھی رات کو حضرت ابوبکر کے یہاں سے دو اونٹنیاں آگئیں ایک پر حضور انور علیہ السلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ، دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جس کو راستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا تھا) سوار ہوئے اور یکم ربیع الاول ۱۳ نبوی مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء شب دوشنبہ کو مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔

۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی روز دوشنبہ مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء آپ قبا پہنچ گئے۔ مدینہ والے روزانہ تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے، ایک شخص نے پکار کر کہا: لو حضور اکرم علیہ السلام تشریف لے آئے۔ مدینہ والوں نے آکر زیارت کی آپ وہاں چودہ روز تک ٹھہرے اور اس مدت میں ایک مسجد مقدس ہاتھوں سے تیار کر لی جس کا نام مسجد قبا ہے۔ اسی جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی پیادہ پا سفر کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ پھر حضور مدینہ میں داخل ہوئے اور آج ہی سے اس شہر کا نام "مدینۃ النبی" ہو گیا۔

داخلہ عجیب شاندار تھا، گلی کوچے نعرۂ تکبیر و تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے، مرد، عورت، بچے، بوڑھے جلوہ دیکھنے کے لئے سراپا چشم بن گئے تھے۔ انصار کی معصوم لڑکیاں دلکش انداز سے اشعار گا رہی تھیں، جن کا ترجمہ یہ ہے۔

ان پہاڑوں پر جو ہیں سوئے جنوب — چودھویں کا چاند روشن ہوگیا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے — شکر لازم ہے تمھیں اللہ کا
حکم کی تیرے اطاعت فرض ہے
بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

بنی نجار کی لڑکیاں یہ گا رہی تھیں:۔

ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں ۔ محمد کیا اچھا ہمسایہ ہے۔

آپ نے لڑکیوں سے فرمایا: کیا تم مجھ کو چاہتی ہو۔ بولیں ہاں، فرمایا
میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔ جب کوکبۂ نبوی حضرت ابوایوب انصاری کے گھر پہنچا تو
سخت کشمکش تھی کہ آپ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو، قرعہ ڈالا گیا اور یہ دولت سعادت
حضرت ابوایوب کے حصہ میں آئی۔ حضور علیہ السلام نے سات مہینہ تک یہاں
قیام فرمایا۔ پھر جب مسجد نبوی اور آس پاس کے حجرے تیار ہو گئے تو آپ نے نقل مکان
فرمایا۔ مدینہ منورہ میں قیام گاہ کے بعد سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھا۔
ایک یتیموں کی زمین تھی ۔ حضور علیہ السلام نے بذریعہ حضرت ابوایوب انصاری
رضی اللہ عنہ، قیمت ادا کر کے زمین خرید فرمائی۔ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ حضور سرور عالم
اور صحابہ نے مل جل کر اس کو تعمیر کیا۔ مسجد کے متصل ہی ازواج مطہرات کے حجرے
تعمیر ہوئے۔ مکہ سے جو مہاجر آئے تھے ان میں اور انصار میں بھائی چارہ کرا دیا
یہ رشتہ بالکل حقیقی بن گیا۔ انصار نے اپنا مال و جائداد غرضکہ سب کچھ آدھا

مہاجروں کے نذر کردیا۔ انصار کا یہ عالم تھا کہ حضور علیہ السلام کے اشارہ پر اپنے جان و مال قربان کردینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ ایک روز ایک فاقہ زدہ شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا میں بہت بھوکا ہوں۔ آپ نے گھر میں دریافت فرمایا کچھ کھانے کو ہے۔ جواب آیا، صرف پانی ہے۔ آپ نے حاضرین کی جانب خطاب فرمایا۔ کوئی ہے جو اسے آج مہمان بنائے۔ حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔ اسے گھر لے آئے۔ وہاں بھی کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انھوں نے بیوی سے کہا۔ اچھا چراغ بجھا دو اور وہی کھانا مہمان کے سامنے رکھدیا۔ میاں بیوی اور مہمان بیٹھ گئے — اس طرح ہاتھ اور منھ چلاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں۔ مہمان نے کھانا کھالیا۔ چنانچہ ان کے اس ایثار کی قبولیت میں آیت اتری۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

اگرچہ ان کو خود تنگی ہوتا ہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

انصار کے ایثار، ہمدردی، اطاعت اور سرفروشی کا جذبہ تاریخ اسلام میں یادگار ہے۔

قریش نے ہجرت کے بعد ہی سے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کردی تھیں۔ عبد اللہ بن ابی کو انھوں نے خط لکھ کر بھیجا کہ یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردو یا ہم آکر ان کے ساتھ تمھارا بھی فیصلہ کردیں گے۔ قریش کی چھوٹی چھوٹی ٹکریاں مدینہ کی جانب گشت لگاتی رہتی تھیں۔ مدت تک یہی حال رہا کہ حضور علیہ السلام

رات رات بھر جاگا کرتے اور صحابہ صبح تک ہتھیار لگا کر پہرہ دیتے تھے -
قریش مکہ بہانہ ڈھونڈ رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح مدینہ پر چڑھ دوڑیں - چنانچہ
اسی اثناء میں مکہ میں یہ غلط خبر پھیل گئی کہ مسلمان قافلہ لوٹنے کو آرہے ہیں - قریش کے
غیظ و غضب کا بادل بڑے زور شور سے اٹھا اور عرب پر چھا گیا - حضورؐ کو
واقعات کی اطلاع ہوئی - صحابہؓ کو جمع فرما کر اظہار واقعہ فرمایا - مہاجرین نے
جاں نثارانہ تقریریں کیں - مگر حضور کی نظر عالی انصار کی جانب تھی ، انصار سمجھ گئے
ان کے عمائدین نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم آپ فرمائیے تو ہم سمندر میں کود پڑیں
ہم موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں
ہم آپ کے داہنے سے ، بائیں سے ، سامنے سے ، پیچھے سے لڑیں گے اور
پروانوں کی طرح جان دیدیں گے -

چنانچہ ۱۷ رمضان ۲ھ میں بدر کا معرکہ پیش آیا - دو فوجیں آمنے سامنے
تھیں - حق و باطل نور و ظلمت ، کفر و اسلام کا مقابلہ تھا - مگر سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم پر اس موقع پر عجیب حالت طاری تھی - دونوں ہاتھ پھیلا کر الحاح و
زاری سے بارگاہ احدیت میں عرض کر رہے تھے کہ خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ
کیا ہے آج پورا کر - کبھی سجدہ میں گرتے تھے - آخر روحانی تسکین کے ساتھ سَيُهْزَمُ
الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (فوج کو شکست دیدی جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر دینگے)
پڑھتے ہوئے لب مبارک نے مژدہ فتح سے آشنا کیا - یہ معرکہ ایثار و جانبازی کا

سب سے بڑا حیرت انگیز منظر تھا۔ دونوں فوجیں سامنے آئیں تو لوگوں کو نظر آیا کہ خود ان کے جگر کے ٹکڑے ان کی تلواروں کے سامنے ہیں۔ عتبہ میدان میں آیا تو حضرت حذیفہؓ اس کے سامنے تھے، حضرت عمرؓ کی تلوار ماموں کے خون سے رنگین تھی۔ بالآخر اسلام کی فتح ہوئی۔ مسلمانوں کے ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ چھ مہاجر آٹھ انصار۔ قریش مکہ کے ۷۰ بڑے بڑے آدمی جن میں ابوجہل۔ امیہ بن خلف، شیبہ و عتبہ تھے مارے گئے اور باقی گرفتار ہوئے۔ گرفتار شدہ لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید فرمائی اور ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا۔ بدر کی شکست کی خبر جب مکہ پہنچی تو گھر گھر ماتم تھا، انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور ۷ شوال ۳ھ کو پانچ ہزار بہادروں نے پھر مدینہ پر یلغار کی۔ اسلامی لشکر میں ایک ہزار آدمی تھے۔ مگر عین وقت پر عبداللہ بن ابی جو مشہور منافق تھا اپنے ۳۰۰ آدمی واپس لے گیا۔ مسلمان صرف ۷۰۰ رہ گئے۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دیدی تھی۔ مگر نوجوان تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ دشمن نے موقع پاکر شدید حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان ہوا۔ اسی لڑائی میں حضرت حمزہ رضؓ شہید ہوئے۔ دشمنوں نے آپ کی نعش کو بےحرمت کیا۔ حضرت صفیہ انکی بہن بھائی کی نعش دیکھنے آئیں، ان کو روکا گیا، مگر فرمانے لگیں یہ تو فخر کا مقام ہے کہ محمد (صلعم) پر جان دیدی۔ میں نہ روؤنگی نہ چلاؤنگی۔ انصاریوں نے پروانوں کی طرح حضور علیہ السلام پر اپنی جان کو نثار کیا۔ عبداللہ بن قمیہ

جو قریش کا مشہور بہادر تھا، صفوں کو چیرتا پھاڑتا حضور علیہ السلام کے قریب آگیا اور چہرۂ انور پر تلوار کا وار کیا۔ اس کے صدمہ سے مغفر کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک پر چبھ گئیں، جس سے خون جاری ہوگیا۔ جاں نثاروں نے آپ کو دائرہ میں لے لیا، کوئی سپر بن گیا کوئی دائیں کوئی بائیں۔ انصار کی جاں نثاری کا عجیب موقع تھا جس کی مثال تاریخ میں ایک بھی نہیں ہے۔ آپ کی وفات کی خبر مدینہ پہنچی تو اخلاص شعار بیتابی سے دوڑے۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رض نے آکر دیکھا تو چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سپر میں پانی لائے۔ حضرت سیدہ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر زخم پر رکھ دیا۔

کافروں نے یہ کیا جنگِ اُحد میں مشہور — کہ پیمبر بھی ہوئے کشتۂ شمشیر دو دم
ہوکے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر — ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم
ہوکے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر — کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم
وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف — جن میں تھیں سیدہ پاک بھی با دیدۂ نم
ایک خاتون کہ انصار نکو نام سے تھیں — سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس انکے بہم
موقعِ جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا — کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم
تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی — تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ ستم
حیف بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید — گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہِ الم
اس عفیفہ نے یہ سب سن کے کہا تو یہ کہا — یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ امم

سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ — گرچہ زخمی ہے سر و سینہ و پہلو و شکم
بڑھ کے اس ذرخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا — تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا — اے شہِ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

غزوات اور ان کی تفصیل تو انشاء اللہ کسی دوسرے رسالہ میں کی جائے گی لیکن اس سلسلہ میں صرف فتح مکہ کا تذکرہ ضروری ہے۔

۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع دس ہزار صحابہ کے مکہ روانہ ہوئے۔ قبائل عرب راستہ میں آکر ملتے جاتے، مر الظہران پہنچکر لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ یہ مقام مکہ سے ایک منزل سے کم فاصلہ پر ہے۔ حضور کے حکم سے اسلامی لشکر کے ہر ہر دستہ نے علیحدہ علیحدہ آگ روشن کی جس سے تمام صحرا وادیٔ ایمن بن گیا۔ فوج کی آمد کی بھنک قریش کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ اُنھوں نے تحقیق کے لئے حکیم بن حزام بدیل بن ورقا اور ابوسفیان کو بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کفر کے خاتمہ کا وقت آگیا۔ لیکن حضرت عباس رضؓ نے جان بخشی کی درخواست کی۔ پھر تو لشکر اسلام مکہ کی طرف بڑھتا، مکہ پہنچکر آپ نے حکم دیا کہ علم نبوی حجون پر نصب کیا جائے۔ اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈالدے گا یا ابوسفیان کے یہاں پناہ لیگا یا اپنے دروازے بند کرلیگا۔ اس کو امن دیا جائیگا۔ حرم محترم میں آپ داخل ہوئے وہاں ۳۶۰ بُت تھے۔ آپؐ ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے

"حق آگیا، باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے والی ہی چیز تھی "

اب اسلام کا یہ پہلا دربارِ عام تھا، جس میں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ خطبہ دیا :-

" ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر، تمام پرانے خونوں کے انتقام تمام خونبہا میرے قدموں کے نیچے ہیں صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانا اس سے مستثنیٰ ہے۔ اے قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب پر فخر خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے، پھر فرمایا کہ خدا فرماتا ہے لوگو! میں نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمھارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ، لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو، خدا بڑا دانا اور واقف کار ہے۔ خدا نے اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت حرام کر دی "

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جبّارانِ قریش سامنے تھے ان میں وہ سربرآوردہ بھی تھے جن کی زبانیں حضور علیہ السّلام پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جن کے تیر و تلوار نے پیکرِ قدسی کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں وہ بھی تھے جنھوں نے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جن کی

تشنہ لبی خونِ نبوت کے سوا کسی چیز سے نہ بجھ سکتی تھی، وہ یہی تھے جو مسلمانوں کو تپتی ہوئی ریت، دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا لٹا کر خوش ہوتے تھے، رحمتِ عالم نے ان کی طرف خشم آلود نظر سے دیکھ کر دہشت انگیز لہجہ میں فرمایا: تم کو کچھ معلوم ہے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہوں؟

یہ لوگ اگرچہ ظالم، شقی اور بیرحم تھے مگر پھر بھی رحمۃ للعالمین کی رحمت و رافت سے باخبر تھے، پکار اٹھے "تو شریف بھائی ہے اور شریف بھتیجا ہے" جس پر ارشاد ہوا "تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو میں نے چھوڑ دیا۔"

مکۂ مکرمہ میں حضورؐ کا قیام پندرہ روز رہا۔ جب یہاں سے واپس تشریف لیجانے لگے تو حضرت معاذ بن جبل کو اس خدمت پر مقرر فرما کر چھوڑ گئے کہ لوگوں کو اسلام کے مسائل اور احکام سکھائیں۔

شکل ولباس وطعام و مذاقِ طبیعت

آپ میانہ قد موزوں اندام تھے، رنگ سفید و سرخ تھا۔ پیشانی چوڑی ابرو پیوستہ تھے، ناک درازی مائل، چہرہ پر بہت زیادہ گوشت نہ تھا، دہانہ کشادہ تھا، دندان مبارک زیادہ پیوستہ نہ تھے۔ گردن اونچی سر بڑا سینہ کشادہ تھا، سر کے بال نہ پیچیدہ تھے، نہ بالکل سیدھے تھے۔ ڈاڑھی گھنی تھی، چہرہ تقریباً

سینۂ مبارک پر ناف تک بالوں کی ہلکی سی تحریر تھی، شانوں اور کلائیوں پر بال تھے
ہتیلیاں پُر گوشت اور چوڑی تھیں، پاؤں کی ایڑیاں نازک اور تلوے کے بیچ سے
ذرا خالی تھے، ان کے نیچے سے پانی نکل جاتا تھا۔ جابر[1] بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے
کسی نے پوچھا کیا آپ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا۔ بولے، نہیں۔ ماہ و خورشید کی طرح
یہی[2] صحابی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں جبکہ ابر بالکل نہ تھا اور چاند نکلا میں کبھی
آپ کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کو، تو آپ مجھے چاند سے زیادہ خوبرو معلوم ہوتے تھے۔
آپ[3] کے پسینہ میں ایک قسم کی خوشبو تھی۔ حضرت[4] انس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں، آپ کا رنگ کھلا ہوا تھا، آپ کا پسینہ موتی کی طرح معلوم ہوتا تھا،
میں نے دیبا اور حریر بھی آپ کی جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھے اور مشک و عنبر میں
بھی آپ کے بدن سے زیادہ خوشبو نہ تھی۔ شانوں[5] کے بیچ میں کبوتر کے برابر
مہر خاتم نبوت تھی۔ یہ بظاہر سرخ ابھرا ہوا گوشت سا تھا جس پر بال اُگے ہوئے تھے
سر کے بال لَو تک بھی، شانوں تک بھی تھے۔ بالوں میں اکثر تیل ڈالتے تھے۔
ایک دن بیچ کنگھی بھی ہوتی اور مانگ بھی نکالتے تھے۔ ریش مبارک میں چند بال سفید
ہونے پائے تھے۔ رفتار تیز تھی۔

عام طور سے مشہور ہے کہ آپ کے سایہ نہ تھا، لیکن اس کی کوئی صحیح
سند نہیں ہے، گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز تھی، ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے

[1] مسلم [2] دارمی [3] مسلم [4] مشکوٰۃ [5] مسلم شمائل ترمذی

ایک ایک فقرہ علٰحدہ علٰحدہ ہوتا جو سننے والے کو یاد رہجاتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے اگلے شوہر سے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام ہند تھا۔ وہ بڑے خوش تقریر تھے۔ جس چیز کا بیان کرتے اُس کی تصویر کھینچ دیتے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام کس طرح گفتگو فرماتے تھے۔ اُنھوں نے کہا آپ ہمیشہ متفکر رہتے، اکثر چپ رہتے تھے۔ اور بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ اور صاف واضح ہوتا تھا۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اُٹھاتے، کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہتھیلی کا رُخ پلٹ دیتے تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے، بات کرتے کرتے جب کبھی مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو آنکھیں نیچی ہوجاتیں ہنسی آتی تو مسکرا دیتے اور یہی آپ کی ہنسی تھی۔

لباس عام لباس چادر، قمیص، تہمد تھے، پائجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا امام احمد و اصحاب سُنن نے روایت کی ہے کہ آپ نے مکہ کے بازار سے خریدا تھا۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔ عمامہ کے نیچے ٹوپی ضرور ہوتی تھی۔

یمن کی دھاریدار چادریں پسند تھیں بعض اوقات شامی عبا استعمال کیا ہے ایسی قبا جس کی جیب اور آستینوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ حافظ ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ سرخ رنگ کا کپڑا آپ نے نہیں پہنا۔ سفید اور زرد رنگ پسند تھا۔ نعلین مبارک اس طرز کے تھے جس کو چپل کہتے ہیں۔ بستر چمڑے کا گدا تھا جس میں کھجور کے پتّے بھرے تھے، چارپائی بان کی بنی ہوتی تھی، جس سے جسم اقدس پر

بدھیاں پڑ جاتی تھیں۔ لڑائیوں میں زرہ اور مغفر (خود) کو بھی پہنتے تھے۔

غذا سرکہ، شہد، روغن زیتون، حلوا اور کدو خصوصیت کے ساتھ پسند تھے۔ گوشت کے اقسام میں آپ نے دُنبہ، مُرغ، بٹیر، اونٹ بکری، بھیڑ، گورخر، خرگوش اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ دست کا گوشت آپ کو فی نفسہٖ مرغوب نہ تھا۔ بات یہ تھی کہ کئی کئی دن گوشت نہیں ملتا تھا۔ اس لئے جب کبھی آجاتا تو آپ چاہتے تھے کہ جلد پک جائے چونکہ دست کا گوشت جلد گل جاتا تھا۔ ٹھنڈا پانی مرغوب تھا۔ دودھ کبھی خالص کبھی پانی ملا کر نوش فرماتے کشمش، کھجور، انگور پانی میں بھگو دیئے جاتے تھے، خوشبو بیحد پسند تھی، مزاج میں بیحد نظافت تھی۔ ایک بار ایک شخص خراب کپڑے پہن کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا جب خدا نے نعمت دی ہے تو صورت سے بھی اس کا اظہار ہونا چاہیئے۔ عرب تہذیب سے کم آشنا تھے۔ مسجد میں آتے تو دیواروں پر یا سامنے تھوک دیتے۔ آپؐ اس کو ناپسند فرماتے۔ دیواروں پر تھوک کے دھبّوں کو خود چھڑی کی نوک سے کھرچ دیتے۔ کبھی کبھی مجلس عالی میں خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جاتیں، جن میں اگر اور کبھی کافور ہوتا۔ اکثر مُشک اور عنبر کا استعمال فرماتے۔ بودار چیز مثلاً پیاز، لہسن یا مولی (خام) سے نفرت تھی۔ حکم تھا کہ یہ چیزیں کھا کر مسجد میں نہ آئیں۔

سواری گھوڑے کی سواری آپ کو بیحد پسند تھی۔ گھوڑوں کے علاوہ

گدھے، خچر، اونٹ پر بھی سواری فرماتے تھے۔

معمولات

معمول تھا کہ نماز فجر پڑھ کر بیٹھ جاتے۔ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح نکل آتا، یہی وقت دربارِ نبوت کا ہوتا۔ لوگ پاس آ آ کر بیٹھ جاتے۔ اکثر صحابہ سے پوچھتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے، اگر کسی نے بیان کیا تو تعبیر دیتے۔ اس کے بعد ہر قسم کی گفتگو ہوتی۔ بعض لوگ جاہلیت کے حالات بیان کرتے، شعر سناتے، آپ سنتے رہتے اور کبھی کبھی مسکراتے۔ جب دن چڑھ جاتا تو چاشت کی کبھی چار، کبھی آٹھ رکعت نماز پڑھتے۔ گھر جا کر گھر کے دھندے میں مشغول ہو جاتے پھٹے کپڑوں کو خود سیتے، جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے، دودھ دوہتے عصر کی نماز کے بعد ازواج مطہرات کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے جاتے آدھی رات گذر جانے کے بعد اٹھ کر پھر صبح صادق تک عبادت میں مشغول رہتے بستر کا کوئی التزام نہ تھا، کبھی کھال پر، کبھی چٹائی پر اور کبھی چارپائی پر اور کبھی زمین پر آرام فرماتے۔

آدابِ مجلس

تمام حاضرین سر جھکائے رہتے۔ خود بھی آپ مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے۔ جب کچھ فرماتے تو تمام مجلس پر سناٹا چھا جاتا کوئی شخص بولتا تو جب تک وہ چپ نہ ہو جاتا دوسرا نہ بولتا۔ اہل حاجت عرض مدعا میں حد ادب سے بڑھ جاتے تو آپ کمال حلم سے برداشت فرماتے۔ کسی قبیلہ کا

کچھ تم سے بھی زیادہ ہی ان بیکسوں کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے کھانا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں — ناکام پھر گئیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی ہے اہلِ بیتِ مطہر نے زندگی — یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

اخلاقِ نبوی

اخلاق کا سب سے ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر اس قدر استقلال کے ساتھ قائم رہے کہ گویا وہی اس کی فطرت ہے۔ انسان کے سوا تمام مخلوق صرف ایک ہی قسم کا کام کر سکتی ہے۔ آفتاب اور چاند سے صرف روشنی ہی پھیلتی ہے اندھیرا نہیں ہوتا۔ صرف رات سے تاریکی پھیلتی ہے۔ وہ روشنی کی علت نہیں ہے۔ درخت اپنے موسم پر پھلتے، اپنے اپنے موسم و وقت کے لحاظ سے پھولتے ہیں۔ حیوانات کا ایک ایک فرد اپنے نوعی افعال سے سرمو تجاوز نہیں کرتا۔ لیکن انسان خدا کی طرف سے مختار پیدا ہوا ہے، وہ آفتاب بھی ہے رات کی تاریکی بھی۔ اس کے جوہر کا درخت ہر موسم میں پھلتا اور پھولتا ہے، اس کے اخلاق کے پھول ایامِ بہار کے پابند نہیں ہیں، وہ حیوان کی طرح ایک ہی قسم کے افعال کا مجبور نہیں ہے اور یہی اختیار اس کے "ذمہ دار" ہونے کا راز ہے۔ اخلاق کا ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے لئے اچھی باتوں کا جو پہلو اختیار کرے اس کی پابندی اس شدت سے کرے کہ گویا وہ اپنے اختیار کے باوجود اس کام کے کرنے پر مجبور ہے اور لوگ دیکھتے دیکھتے یقین کر لیں کہ اس شخص سے اس کے علاوہ اور کوئی بات سرزد نہیں ہو سکتی۔ گویا یہ افعال اس سے اس طرح سرزد ہوتے ہیں

جیسے آفتاب سے روشنی، درخت سے پھل اور پھول سے خوشبو، اسی کا نام استقامت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی خصوصیت تھی۔ حضرت عائشہ رض سے کسی نے حضور کے اخلاق کا سوال کیا۔ فرمایا تم قرآن نہیں پڑھتے۔ آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا۔ آپ اپنی تعلیم کے خود ہی نمونہ تھے۔ مجمع عام میں جو ارشاد ہوتا تھا، گھر کے خلوت کدہ میں اسی طرح نظر آتا تھا۔ بارگاہِ یزدانی سے مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ط اے محمد صلعم تم اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبے پر ہو۔

جہاں لوگوں کو خدا کی عظمت وسطوت یاد دلا کر ان میں جذبۂ خوف پیدا کرنا تھا، وہاں خود بھی یہ حالت تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ط تو بے اختیار چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک بار آپ صلعم ایک جنازہ میں شریک تھے، قبر کھودی جا رہی تھی، آپ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور منظر دیکھ کر رقت طاری ہو گئی، آنسوؤں سے زمین پُرنم ہو گئی۔ پھر فرمایا: بھائیو! اس دن کے لئے سامان کر رکھو۔ لوگوں کو خدا کی رحمت کا اس طرح یقین دلایا کہ ایک بار ایک غزوہ میں ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا۔ محبت مادری کا یہ جوش تھا کہ کوئی بچہ مل جاتا تو وہ سینہ سے لگا لیتی اور دودھ پلاتی۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا کیوں؟ کیا یہ عورت اپنے بچہ کو خود آگ میں ڈال دیگی۔ صحابہ نے

عرض کیا نہیں۔ فرمایا: تو خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت ہے، جتنی اس کو اپنے بچہ سے ہے۔ ایک دفعہ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک پڑاؤ ملا۔ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ بولے ہم مسلمان ہیں۔ ایک عورت بیٹھی چولھا سلگا رہی تھی، پاس ہی اس کا بچہ تھا آگ جب اچھی طرح جل گئی تو وہ بچہ کو گود میں لئے خاضر خدمت ہوئی۔ بولی: آپؐ رسول اللہ ہیں۔ ارشاد ہوا، ہاں۔ بیشک۔ اس نے پوچھا کیا ایک ماں جس قدر اپنے بچہ پر مہربان ہے، خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے فرمایا: بیشک۔ اس نے کہا تو ماں اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ اس پر آپ پر رقت طاری ہوئی۔ آنسو بہہ گئے پھر سر اٹھا کر فرمایا: خدا اس بندہ کو عذاب دیگا جو سرکش و متمرد ہے۔ خدا سے سرکشی کرتا ہے اور اس کو ایک نہیں مانتا۔ (ابن ماجہ)

گداگری کی ممانعت

ایک بار ایک انصاری آیا اور آپ سے سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا تمھارے پاس کچھ بھی ہے۔ اس نے کہا ایک بستر ہے، جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتا ہوں، کچھ بچھاتا ہوں۔ اور ایک پیالہ ہے۔ آپ نے دونوں چیزیں منگائیں۔ پھر فرمایا انھیں کون خریدتا ہے۔ ایک شخص نے دو درہم لگائے۔ فرمایا اس سے بڑھ کر بھی کوئی دیتا ہے۔ دوسرے نے دونے کر دیئے۔ آپ نے دو درہم لیکر اس کو دیدیئے اور فرمایا ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر میں دے آؤ۔ اور دوسرے کی رسی خرید لو اور

ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ یہ کیا ہے، فرمایا: جذبۂ محبت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھا ہے۔ خدا اپنے بندوں میں سے رحم دلوں پر رحم فرماتا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے وقت جب آپ کی آنکھوں سے اشکِ محبت جاری ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے۔ فرمایا یہ رحمت و شفقت ہے، پھر فرمایا "آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی مرضی ہو۔ اے ابراہیم ہم تیرے فراق سے رنجیدہ ہیں"

ایسے واقعات کا اثر ایک خاص وقت تک انسان پر رہتا ہے، پھر مٹ جاتا ہے۔ لیکن پیہم مصیبتوں، اذیتوں اور تکلیفوں کو اس طرح برداشت کرنا کہ کبھی پیمانۂ صبر لبریز نہ ہونے پائے، سخت مشکل ہے۔ ہجرت سے ۱۲ برس پہلے مکہ میں قریش نے جس تحقیر اور گالی گلوچ، ایذا رسانی کا برتاؤ کیا۔ پھر مدینہ میں منافقوں کی پیہم شرارتیں رہیں۔ یہود کی بیہودگیاں روزانہ نیا کھیل کھیلتی تھیں اور پھر نو برس تک جن خونی معرکوں کا ہمیشہ سامنا رہا اور دشمنوں نے آپؐ کی جلاوطنی قتل و شکست کے جو جو منصوبے باندھے وہ بیشمار ہیں۔ لیکن ان تمام تیروں کی بوچھار کو صبر کے سوا آپؐ نے کس سپر پر روکا؟۔

حضور علیہ السلام کی کسی کو برا کہنے کی عادت نہ تھی۔ برائی کو معاف فرما دیتے تھے اور اس کا بدلہ اچھائی سے فرماتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنے معاملہ میں

مجھے اطلاع کر دیں اس کو ادا کر دوں گا۔ اور جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ حضور علیہ السّلام اپنے اور اپنے خاندان کے لئے صدقہ وزکوٰۃ لینے کو موجبِ ننگ وعار سمجھتے تھے، جس کو آپ نے "ناجائز" ہی فرمادیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں کبھی گھر آتا ہوں تو کھجور پڑی ہوئی دیکھ کر خیال آتا ہے کہ کھالوں، پھر خیال آتا ہے کہ صدقہ کی نہ ہو۔

ایک بار امام حسن علیہ السّلام نے صدقہ کی کھجوروں میں سے مونہہ میں ایک کھجور ڈال لی، آپ نے فرمایا "کیا تمھیں یہ نہیں معلوم کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا" پھر مونہہ سے اگلوادی۔ دوست واحباب کے تحفے آپ قبول فرماتے تھے۔ فرمایا ہے "باہم ایک دوسرے کو ہدایا اور تحفے بھیجو تو باہم محبت ہوگی"

آس پاس کے بادشاہ اور رئیس بھی آپ کو تحفے بھیجتے تھے۔

جن لوگوں کے ہدایا اور تحفے قبول فرماتے تھے، ان کو ان کا صلہ بھی ضرور عطا فرماتے تھے، لیکن کبھی کسی کا احسان گوارا نہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر جاں نثار کون ہو سکتا تھا، ہجرت کے وقت جب انھوں نے ناقہ پیش کیا تو آپ نے قیمت ادا کی، ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رض اور حضرت عمر رض دونوں ہم سفر تھے عبداللہ بن عمر کی سواری کا اونٹ سرکش اور تیز تھا۔ حضور کے ناقہ سے آگے نکل جاتا تھا۔ عبداللہ بن عمر رض ہر چند روکتے مگر وہ کیا رکتا تھا۔ حضرت عمر رض نے بار بار عبداللہ عمر رض کو ڈانٹا۔ حضور صلعم نے حضرت عمر رض سے فرمایا یہ اونٹ مجھے بیچ ڈالو۔ حضرت عمر نے

عرض کیا یا رسول اللہ صلعم حضور کے نذر ہے، فرمایا نہیں، دام لے لو، انھوں نے پھر یہی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ دام لے لو۔ انھوں نے منظور کر لیا۔ آپ نے خرید کر عبد اللہ بن عمر کو دیدیا کہ "لو اب تمھارا ہے"۔

عدم تشدد

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو مقرب بارگاہ انصاری تھے ایک محلہ میں امامت فرماتے تھے، اور نماز صبح میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ ایک شخص نے آکر شکایت کی۔ ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور کو اس قدر غضبناک کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کو متنفر بنا دیتے ہیں۔ جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے وہ مختصر پڑھائے چونکہ نماز میں بوڑھے کمزور، کام والے سبھی طرح کے لوگ ہوتے ہیں

ایک دن صحابی نے عرض کیا کہ ہم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کے ملک میں رہتے ہیں۔ کیا ان کے برتنوں میں کھانا کھا لیا کریں، فرمایا: اور برتن مل جائیں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ۔ ورنہ ان کو دھو کر کھا سکتے ہو۔

غریب سے غریب بیمار ہوتا تو آپ عیادت کو تشریف لے جاتے۔ مفلسوں اور فقیروں کے یہاں جا کر ان کے ساتھ بیٹھتے۔ تواضع اور خاکساری کی وجہ سے آپ اکڑوں بیٹھ گئے کہ جگہ نکل آئے۔ ایک بدو بھی مجلس میں تھا۔ بولا، اے محمد صلعم یہ کیا طرز نشست ہے فرمایا خدا نے مجھے خاکسار بندہ بنایا ہے۔ جبار اور سرکش نہیں بنایا۔

ایک دفعہ چند غریب مسلمانوں نے آکر خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم

پہنچنے کے لئے بیچین تھی۔ ہر لحظہ اسی کا خیال تھا، ہر لمحہ اسی کا اشتیاق تھا۔ زندگی کے
جتنے مرحلے بھی طے کئے تھے سب اسی منزل پر شاد کام پہنچنے کے لئے طے کئے تھے۔
۲۸ صفر یوم سہ شنبہ سنہ ۱۱ ہجری کو رات تک کوئی شکایت نہ تھی۔ آدھی رات کو
اٹھے اور بقیع تشریف لے گئے۔ وہاں بقیع میں دفن شدہ مسلمانوں کے لئے دعا کی،
وہاں سے حضرت میمونہؓ کے مکان پر تشریف لائے اور وہیں مزاج ناساز ہو گیا۔
تین چار دن پیہم مزاج ناساز رہا۔ حضرت میمونہؓ کے مکان پر یہ ارشاد ہوتا تھا کہ کل
کس کی باری ہے اور پھر کس کی باری ہے۔ ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھکر
عرض کیا کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف
لے آئے۔ آمد و رفت کی جبتک قوت رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے پڑھنے کے لئے
تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی
سر میں درد تھا، اس لئے سر پر رومال باندھ کر آپ تشریف لائے اور نماز ادا کی
جس میں سورۃ والمرسلات عرفاً قرأت فرمائی، عشاء کی نماز کا وقت آگیا۔ تو دریافت فرمایا
کہ کیا نماز ہو چکی۔ لوگوں نے عرض کیا سب کو حضور کا انتظار ہے۔ لگن میں پانی بھروا کر
غسل فرمایا۔ پھر اٹھنا چاہا کہ غش آگیا۔ افاقہ ہوا تو پھر فرمایا کہ نماز ہو چکی۔ لوگوں نے
پھر وہی جواب دیا۔ غرض اسی طرح تین بار جب یہ حالت ہوئی تو فرمایا کہ ابو بکرؓ سے
کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے ہر چند معذرت کی مگر یہی حکم بحال رہا۔
وفات سے چار دن پہلے طبیعت زیادہ ناساز تھی۔ اطلاع ہوئی کہ انصار مسجد میں

جمع ہیں اور رو رہے ہیں۔ سر میں درد، نقاہت زیادہ باایں ہمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر سہارا دیتے ہوئے رونق افروز ہوئے اور منبر پر بیٹھ کر یہ درد انگیز خطبہ ارشاد ہوا:۔

"لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبیؐ کی موت سے بہت ڈرتے ہو۔ لیکن کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی بھی ہمیشہ زندہ رہا ہے۔ لوگو، میں اپنے رب سے جلد ملنے والا ہوں اور تم سب بھی وہیں پہنچنے والے ہو۔ میں تمھیں مہاجرین اوّلین سے اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں۔ سنو! تمام معاملات خدا کے حکم سے چلتے ہیں۔ کسی معاملہ کی دیر اس کی جلد ہونے کی خواہش پر تمھیں آمادہ نہ کرے۔ چونکہ خداوند عالم جلد بازی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ جو خدا کو زیر کرنا چاہتا ہے، خدا اسے زیر کر دیتا ہے اور جو خدا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے وہ اسے اپنی تدبیر سے نیچا دکھا دیتا ہے۔ اے لوگو! میں تمھیں انصار سے مہربانی کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ وہ خاندان ہے جو پہلے ایمان لایا۔ انھوں نے اپنی روزی میں سے آدھی تم کو دیدی، اپنے گھر حوالے کر دیئے۔ انھوں نے مصیبت سہی اور تم کو آرام پہنچایا پس جس شخص کو بھی دو آدمیوں پر حکومت کا موقع ملے اسے چاہیئے کہ ان کے اچھوں سے اچھا سلوک اور بروں سے درگذر کرے۔ سنو! سنو!! میں تمھارے آگے پیش خیمہ ہوں اور تم میرے بعد آنے والے ہو، تم سے ملاقات کا وعدہ حوض کوثر پر ہے۔ سنو! سنو!! جو یہ چاہتا ہے کہ کل حوض کوثر پر مجھ سے آکر ملے تو اسے چاہیئے کہ اپنی زبان اور ہاتھ روکے اور انھیں کاموں میں استعمال کرے جن میں اس کا استعمال مناسب ہو ـــــ

لوگو! گناہ نعمتوں کو بدل ڈالتے ہیں اور قسمتوں کو پلٹ دیتے ہیں۔ اگر لوگ [illegible]
تو حکّام کو بھی نیک پائیں گے، اگر بگڑ جائیں گے تو حکّام بھی ان سے برائی کریں

دورانِ مرض میں آپ پابندیِ نماز، عورتوں کے ساتھ حسنِ اخلاق اور غلاموں
خادموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بار بار تاکید فرماتے تھے۔ حضرت سیدہؓ سے بیحد محبت تھی
ان کو بلوایا، تشریف لائیں تو ان سے کان میں کچھ فرمایا۔ وہ رونے لگیں، تو پھر کان میں
کچھ فرمایا، وہ ہنس پڑیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد اس راز کو ظاہر فرمایا کہ پہلے یہ فرمایا تھا کہ
اسی بیماری میں میرا انتقال ہوگا، جس پر میں رو پڑی، پھر فرمایا کہ میرے خاندان
میں سب سے پہلے تمہیں مجھ سے ملوگی۔ جس پر میں ہنس پڑی۔ تکلیف کی اسی حالت میں
کبھی یہ بھی فرماتے کہ یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت، انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو
عبادت گاہ بنا لیا۔ اسی بے چینی میں یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس چند اشرفیاں رکھوائی
تھیں، وہ منگائیں اور خیرات کرا دیں۔ اس رات گھر کے چراغ میں تیل تک نہ تھا۔ جس دن
وفات ہوئی یعنی دوشنبہ کے دن بظاہر طبیعت کو سکون تھا۔ حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔
آپ نے صبح پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ نماز میں مشغول تھے۔ دیکھ کر فرطِ مسرت سے ہنس پڑے۔ پھر
واپس تشریف لائے۔ دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا۔ آپ پر غشی طاری ہوتی جاتی تھی اور
پھر افاقہ ہوتا جاتا تھا۔ سیدہ پاک یہ دیکھ کر رو پڑیں ہائے میرے باپؐ کی بے چینی۔ آپؐ نے فرمایا
تمھارا باپ آج کے بعد پھر بے چین نہ ہوگا۔ بار بار زبان پر یہ الفاظ تھے۔
"ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام کیا"۔

؎ مواہب لدنیہ

سینے میں سانس کی گھرگھراہٹ محسوس ہونے لگی، اتنے میں پھر فرمایا "نماز اور غلام" یعنی نماز کی پابندی اور غلاموں سے حسن سلوک۔

منظر فراق

یوم دوشنبہ

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

آفتاب رسالت پر موت کا ابر چھا رہا ہے، نورانی کرنیں پردہ میں چھپ رہی ہیں۔ امت کا سرتاج دنیا سے سدھار رہا ہے، جبرئیل حاضر ہیں۔ اور عزرائیلؑ "رفیق اعلیٰ" کی بارگاہ میں لے جانے کو تیار ہیں۔ حضور اقدسؐ استغراق میں تھے۔ رخت سفر کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ عالم خاک سے آنکھ بند ہو رہی تھی۔ یکایک امت کی یتیمی قدموں سے چمٹ گئی۔ آنکھوں کو آنسوؤں سے ملا اور حضورؐ کو متوجہ کر ہی لیا۔ چشم گرامی وا ہوئی، بیقراروں کی غمناک صورتوں پر نگاہ ڈالی اور سب کو رفیق اعلیٰ کے سپرد فرما دیا۔ فاطمہؓ کا سہارا ابھی کے سر سے اٹھتا ہے۔ عائشہؓ کا دل بے تاب ہے کہ سہاگ کی منزل ختم ہوئی۔ لو صحابہ آقا رخصت ہوئے! عائشہؓ کے حجرے میں آفتاب چھپ گیا۔ جبرئیلؑ جاتے ہیں، اب نہ آئیں گے۔ اب یہ ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آنکھ بند کئے چادر اوڑھے لیٹے ہیں، جو امتی امتی پکارتے تھے۔ صحابہ کی بری حالت تھی۔ بیٹی نے بیساختہ ہو کر کہا —— "ہائے باپ جس نے پروردگار کی دعوت کو لبیک کہا، ہائے باپ جس کا مسکن جنت الفردوس ہے، ہائے باپ جس کی موت کی خبر ہم جبرئیل کو سناتے ہیں۔ ہائے باپ! اس کا پروردگار اس کو عزت دے، جب وہ اس کے قریب پہنچے۔ ملاقات کے وقت خدا اور پیغمبر اسے سلام کریں۔ ہائے باپ! اپنے رب سے وہ کتنا نزدیک ہے" —— حضور علیہ السلام تو دنیا سے رخصت ہو گئے۔

نوٹ:- ارباب سیر و محدثین کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ حسابی قاعدہ سے دوشنبہ کا دن ۱۲ ہوتی ہے۔

یہ فرما گئے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے خدا اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے میری امت کا سلام مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ اس لئے اب ہم سچے دل سے صلوٰۃ وسلام پیش کریں اور خدا سے دعا کریں کہ پروردگار عالم ہم کو اور ہماری نسلوں کو ذاتِ گرامی سے سچی محبت، سچی عقیدت عطا فرمائے۔ اور حضور صلعم کی شرف زیارت سے دنیا و آخرت میں ہم محروم نہ رہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سیدنا محمد النبی الامی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ بَارِک وسلم ۔

عرضِ حالی

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے — اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ — خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں — اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

وہ دین کہ تھا شرک سے عالم کی نگہباں — اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت — شکوہ ہے زمانہ کا نہ قسمت کا گلا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے — نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی — ہاں ایک دعا تیری جو مقبولِ خدا ہے

ملنے کا پتہ
مایا بک ڈپو
اتوارہ۔ بھوپال

(مطبوعہ علوی پریس بھوپال)